مولانا عبدالقیوم حقانی

جامعہ حقانیہ کا فیضان ۔ فضلاء اور طالبان افغانستان

تازہ مشاہدات اور تاثرات

اپنے مہمان دوست داعی اسلام مولانا ابوطاہر اسماعیل کی تشریف آوری پر احقر کاتب الحروف برادرم مولانا محمد ابراہیم فانی اولسوال محمد حکیم، مولانا نعیم الدین اخوندزادہ اور دیگر 20 علماء اور معززین رفقاء سفر پر مشتمل ایک وفد نے طالبان کے افغانستان کا دورہ کیا۔ طورخم کے پھاٹک سے جبل السراج اور سالانگ کے محاذ جنگ تک حقانی فضلا اور طلباء کے عملیات کارنامے، مجاہدین کے نظام حکومت، ریاست عدالت، قیادت اور کمانڈ کی سیادت کے مناظر سامنے آتے رہے۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا فیضان، فضلاء اور طالبان افغانستان کی شکل میں ایک مستقل عنوان اور کئی دفتروں پر مکمل ہونے والی ایک عظیم تاریخی داستان ہے جسے مستقبل کا مورخ لکھے گا۔ ذیل کے تازہ سفر کی اجمالی روئیداد نذر قارئین ہے۔

(عبدالقیوم حقانی)

یکم مارچ 1997ء طورخم کے پھاٹک سے جب ہمارا قافلہ طالبان کے افغانستان کی مبارک سرزمین میں داخل ہوا تو دل کی دنیا بدل گئی۔ پھاٹک کھلتے ہی نگاہوں کے سامنے طالبان تھے۔ مبارک لوگ سنت رسولؐ سے سجے ہوئے نورانی چہرے سنت کے مطابق لباس مبارک عمامے ایسے محسوس ہوا کہ سلف صالحین کے مبارک یا زمانہ خیر القرون کی مقدس وادیوں میں داخل ہوگئے ہیں۔

رمضان المبارک کی فضائیں:۔

پرامن فضاء، نظام عدل، سکون واطمینان اور ایمانی و روحانی انوارات سے معمور ہوائیں۔ اکوڑہ سے طورخم تک راستے کے چیک پوسٹوں اور طورخم پھاٹک میں پاکستانی پولیس کے مخصوص طرز معاملت سے جو طبعی بوجھ، تھکاوٹ اور قلبی کدورتیں پیدا ہوگئی تھیں وہ سب کا فور ہوگئیں سب شرکاء نے یوں محسوس کیا جیسے رمضان المبارک کا مہینہ آگیا ہواور اب ہم اسی ماہ مبارک کے روحانی اور عرفانی لمحات میں داخل ہورہے ہیں۔ یہ تجزیہ اولاً معزز مہمان مولانا ابو طاہر اسمٰعیل صاحب کا تھا جس کی نہ صرف یہ کہ سب شرکاء وفد نے تصدیق کی بلکہ آخر تک اور آج تک یہی سب کو ورد زبان ہے۔

حضرت گل حقانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے طالب علم مولوی حضرت گل طورخم پھاٹک سے ننگرھار تک تمام علاقہ کی امنیت عامہ کے مسئول اور ذمہ دار ہیں۔ موصوف ابتدائی کتب سے درجہ تکمیل تک جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں پڑھتے رہے۔ تحریک طالبان شروع ہوئی تو عملاً اس میں شریک ہوگئے۔ اس سے قبل بھی جہادی تنظیموں کے ساتھ اپنے زمانہ طالب علمی میں مختلف معرکوں میں شریک رہے۔

قافلہ خیرالقرون کا بچھڑا ہوسپاہی۔

حضرت گل حقانی اور ان کے رفقاء طالبان نے اپنے اساتذہ اور اضیاف کا والہانہ استقبال کیا اور انہیں طورخم پھاٹک کے قریب اپنے دفتر (واقع کمرک) میں لے گئے۔ دفتر میں سادگی، وقار ومسکنت کے باوجود اسلامی نظام حکومت کا رعب اور عدل وانصاف کی تمکنت جھلکتی تھی۔ حضرت گل حقانی اس علاقہ کے باتمکین حکمران، اور عظمت اسلام کا نشان ہیں۔ عجز وتواضع اور انکسار واحترام کا ایسا نمونہ معلوم ہوتا کہ قافلہ خیرالقرون کا کوئی کمانڈر اپنے قافلے سے بچھڑکر رہ گیا ہے۔

اپنی کرسی پر بیٹھنا اسے سوء ادب نظر آرہا تھا۔ میں نے عرض کیا آپ اپنی کرسی پر بیٹھیں تاکہ ہم اپنی آنکھوں سے اسلامی حکومت کے ایک علاقائی حکمران کو اپنے فریضہ منصبی ادا کرتے ہوئے اپنے منصب پر متمکن دیکھیں۔ اس سے ہمارا نور ایمان زیادہ ہوتا ہے۔

کہنے لگا استاد جی ! یہ کیسے ہوسکتا ہے گذشتہ چھ سات سال سے میں آپ سے اسباق پڑھتا رہا۔ میرے اساتذہ میرے اکابر موجود ہوں اور میں (مسئول حکمران) کی کرسی پر بیٹھوں، یہ مجھ پر بہت شاق گزر رہا ہے۔ میں نے اُسے ہاتھ سے پکڑا اور بہ اصرار کرسی پر بٹھانا چاہا، مگر ادب واحترام اور اور حیا کی وجہ سے اس کی حالت دیدنی تھی پسینہ پسینہ تھا۔ بالآخر جامعہ حقانیہ کے قدیم فاضل مولانا نعیم الدین اخوندزادہ (المعروف بہ کنڑ) کو ہم نے کرسی پر بٹھادیا کہ وہ معمر بھی تھے، بزرگ عالم دین بھی، اور ہر لحاظ سے قابل احترام بھی، بعد میں مولانا ابراہیم فانی نے بتایا کہ بین الاقوامی قوانین اور پروٹوکول میں یہ اصول ہے کہ حکمران یا جج اپنی کرسی پر کسی کو بھی نہیں بٹھائے گا اور اگر کہیں اپنی کرسی چھوڑ بھی دے تب بھی وہ خالی رہے گی مگر یہاں تو دین اسلام کی بالادستی ہے اور شریعت کی بہاریں ہیں۔

خدا کی ذات پر اعتماد :

مولانا حضرت گل حقانی نے خطبہ مسنونہ پڑھا اپنے اساتذہ اور اضیاف کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا!

یہ تحریک "تحریک طالبان" نہ تو ٹینک پر یقین رکھتی ہے نہ کلاشنکوف، پر نہ راکٹ لانچر پر، نہ ہوائی جہاز اور نہ ایٹم بم پر اس کا اعتماد ہے۔ ہمارا اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے۔ دین اسلام کی صداقت تب نکھر کر سامنے آتی ہے۔ جب اجتماعی طور پر اس پر عمل کرنے کا قطعی فیصلہ کردیا جائے۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور عالم اسلام کی ذمہ داری :

اپنے اساتذہ اور بزرگ علماء کی آمد سے ہمارے حوصلے بلند ہوئے۔ ہمارا ولولہ بڑھا یہ تحریک بھی تو آپ بزرگوں کے مشورہ اور دعاؤں سے شروع ہوئی۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ہماری زمانہ طالب علمی کی طرح اب بھی رہنمائی فرماوینگے گے۔ ہماری تربیت کریں گے۔ دارالعلوم حقانیہ میں گزرے ہوئے دن یاد آتے ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح قدس سرہ العزیز کی سرپرستیاں اوردعائیں اور مجاہدین سے خصوصی محبت اور جہاد سے دلچسپی کے برکات عیاں ہیں۔ اور ہرمقام پر اس کے اثرات

ظاہر ہیں۔ ہم آپ سے دعاؤں کی توقعات رکھتے ہیں۔ استاد محترم حقانی صاحب نے بیرون ملک سے آنے والے مہمان حضرت مولانا ابو طاہر اسمعیل مدظلہ کا جو تعارف کرادیا ہے ان کا جو جذبہ اور طالبان سے محبت اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے دلچسپی اور ولولہ دیکھا تو ہم

بہت خوش ہوئے اب تو صرف افغانی یا پاکستانی نہیں پورے عالم اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے افغانی اسلامی انقلاب یا تحریک طالبان کے غلبہ شریعت کی جدوجہد کو کامیاب بنائیں اور اس کے استحکام اور دوام کے لئے بھر پور مساعی کریں۔

حقانیہ کے تربیتی ماحول کے ثمرات:

میں نے حضرت گل حقانی کی مفصل تقریر کی، تلخیص لکھ دی۔ میں خود حیرت زدہ تھا کہ کیا یہ وہی حضرت گل ہے جو حقانیہ میں نحومیر سے درجہ تکمیل تک گونگا، بے زبان، خاموش طبعیت، شرمیلا طالب علم تھا؟ اب ان کی جرات، ان کی بے باکی، ان کا ولولہ اور خطاب دلائل اور نتائج اور انداز حکمرانی دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ قرون اولیٰ کی کوئی نادرہ روزگار شخصیت ہے، جو مولوی حضرت گل کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ میرا یقین ہے کہ جامعہ حقانیہ کے تربیتی ماحول، اساتذہ کی تربیت، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی دعاوں اور درس نظامی کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے ہردور میں دین اسلام اور امت مسلمہ کو رجال کار مہیا کیئے ہیں۔ ابھی حضرت گل حقانی سے مذاکرہ جاری تھا کہ اچانک جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور سابق مدرس مولانا شمس الرحمان حقانی اپنے اساتذہ کی آمد کا سن کر اپنے فوجی هیڈکوارٹر غنی خیل اولسوالی سے طورخم (گمرک) پہنچ گئے۔ جہاں ہم لوگ بیٹھے تھے، ان کے آنے سے رونق محفل دوبالا ہوئی۔

کہ اپنے بے تکلیف دوست بھی ہیں اور مخلص تلمیذ بھی۔ میں نے اپنے مہمان دوست مولانا ابو طاہر اسمٰیل مدظلہ سے ان کا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا کہ مولانا ایک جید فاضل، ایک لائق مدرس، ایک محقق عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اولین روز سے میدان جنگ کے نڈر سپاہی اور تحریک طالبان کے اولین کارکن بھی ہیں۔ تحریک

طالبان کے دوران جامعہ حقانیہ میں تدریس کرتے رہےاور تحریک میں عملاً بھرپور شرکت بھی کرتے رہے۔ تو اس پر مولانا محمد ابراہیم فانی مدظلہ نے برجستہ شعر پڑھا

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبعیت بھی

تو محفل کشت زار زعفران بن گئی۔

مولانا ابو طاہر اسمٰعیل مدظلہ نے اسی پس منظر اور پیش نظر کے حوالے سے کچھ اشعار سنائے، تو طالبان کی کامیابی اور فتح مبین کا ذکر چل پڑا۔ مولانا محمد ابراہیم فانی نے اس موقع پر فتح مبین کے حوالے سے درج ذیل کلام سنایا جو جامعہ حقانیہ میں فتح کابل کے موقع پر فتح مبین کانفرنس کے حوالے سے لکھا گیا تھا۔

یہ فتح مبیں فتح کابل مبارک
بفضل مبیں فتح کابل مبارک

ندا ہی ہے صدا آرہی ہے
زعرش بریں فتح کابل مبارک

زباں ہے یوں مشغول حمد خداوند
بسجدہ جبیں فتح کابل مبارک

جہاد مقدس کی تکمیل ہوگی
مرے ہم نشین فتح کابل مبارک

خدا نے رکھی لاج نام عمر کی
امیرا میں فتح کابل م

ذلیل اور خائب ہوئے سارے دشمن
کھلا باب دین فتح کابل مبارک

مقابل ہے تیرا جنود الٰہی
عدوئے لعیں فتح کابل مبارک

نظام خلافت کا ہوگا اب احیا
بروئے زمین فتح کابل مبارک
گلستان ملت پہ آئی ہے نکہت
بہار آفریں فتح کابل مبارک
نہیں ہونے دیں گے یہ خون شہیداں
یوں ضائع کہیں فتح کابل مبارک
تمنا مسلمان کی اب ہوگی پوری
مجھے ہے یقین فتح کابل مبارک
فلسطین وشیشان وبسنا بھی دیں گے
ہوں زیر نگیں فتح کابل مبارک
منافق بھی کہتا ہے مجبور ہوکر
بقلب حزیں فتح کابل مبارک
ہے فانی عاجز کا ادنیٰ سا تحفہ
یہ نظم حسین فتح کابل مبارک

غنی خیل کے لئے روانگی:

طورخم پھاٹک کے طالبان کا اصرار تھا کہ ہمارا ان کے ہاں زیادہ سے زیادہ قیام ہو مگر مولانا شمس الرحمان حقانی اور ان کے رفقاء نے کہا کہ ہم نے غنی خیل اولسوالی میں پہلے سے استقبالیہ کا پروگرام ترتیب دیا ہے۔ اور ظہرانے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ اس دوران وائرلس کے ذریعہ غنی خیل سے مہمانوں کے انتظار اور یہاں سے انہیں جلد رخصت کرنے کے تاکیدی پیغامات بھی مل رہے تھے۔

جب غنی خیل کے لئے روانگی ہوئی اور دفتر سے نکل کر گاڑیوں کی طرف آنے لگے تو

جامعہ حقانیہ کے قدیم فاضل اور معروف استاذ فقہ و حدیث اخوندزادہ نعیم الدین حقانی نے میرا ہاتھ پکڑ کر سامنے کے پہاڑوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ شمشاد (غونڈ) پہاڑیاں کہلاتی ہیں ان تمام پہاڑوں میں طالبان پھیلے ہوئے اور مورچہ بند ہیں ان پہاڑوں پر چڑھنے کی مسافت میں چار گھنٹے صرف ہوتے ہیں۔

تخیل کی بلند پروازیاں:

طالبان کے ساتھ معیت کے یہ لمحات رحمت ہی رحمت تھے۔ ادھر طویل مدت بسیار دعاوں ،اور شدید انتظار کے بعد باران رحمت کی بوندا باندی بھی شروع ہوگئی۔ طالبان نے اس کو ہم گنہگاروں کی آمد کے حوالے سے نیک فال خیال کیا۔

ایک عظیم تاریخی یادگار دن:

اب چاروں طرف باران رحمت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ فضاء میں خنکی بھی تھی اور رحمت بھی اور نور بھی۔ ہم اپنے تخیلات کی دنیا میں مست تھے۔ کبھی بدر و احد کا خیال آتا، کبھی حنین وتبوک کا تصور، کبھی اصحاب خندق کی قربانی رلاتی کبھی قادسیہ ویرموک کی داستانیں سامنے آتیں ،کبھی شاملی اور تھانہ بھون کا منظر ہوتا۔ کبھی بالاکوٹ کے شہداء کی روحیں متصور ہوتیں اسی ایمانی فضاء میں روحانی تصورات نے ولولہ تازہ دیا ایمان کو جلا ملی ۔مولانا ابو طاہر اسماعیل نے بے ساختہ کہا

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ پاک نے اپنی زندگی میں ایک اسلامی اور خالص اسلامی حکومت دکھادی ہے میں کتنا خوش قسمت ہوں کہ ایک طویل ترین تاریخی تسلسل میں خالص اسلامی نظام حکومت کے انخلاء کے بعد مجھے اللہ نے ایک خالص اسلامی حکومت دکھادی ہے

فضاء بدر:

مولانا فانی نے مولانا ابو طاہر اسماعیل کا یہ ارشاد سنا تو بے اختیار پکار اٹھے حضرت خدا کی نصرتیں اب بھی شامل حال ہوسکتی ہیں فضاء بدر چاہیئے فضاء بدر

فضاء بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

عظمت ورفعت کے باوصف عجز وانکسار کا اظہار:

اب ہمارا قافلہ جلال آباد مگر اس سے قبل مولانا شمس الرحمان کی اولسوالی ، غنی خیل کے لئے رواں دواں ہوا۔ تو طالبان نے اپنے روایتی انداز میں اپنے اساتذہ اور اضیاف کے اکرام میں کاروان ترتیب دیا۔ مسلح گارڈ زبردست سرکاری پروٹوکول کے باوصف بے تکلفی ، وارفتگی ، عقیدت اور خلوص ومحبت اور تواضع وانکسار کے جذبات سے معمور جذبہ شہادت اور جوش جہاد سے بھرپور کاروان سوئے منزل رواں دواں ہوا۔

طالبان افغانیوں کے لئے امن وعدل اور نفاذ شریعت کی ضمان ہیں:

میرا بارہا ان راستوں پر گزر ہوا ہے ۔ مجددی ربانی اور مسعود کے دور نامسعود میں میدان شہر اور درہ نور کے علاقوں میں جانا ہوتا تھا ۔ اپنے مخلص رفیق حافظ محمد صفی اللہ معاویہ (حال مدینہ منورہ) بھی میرے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ چند چند کلو میٹر پر پھاٹکوں کے سلسلے ، ٹیکسوں کا بے ہنگم نظام ، لوٹ مار کا طومار ، بچوں اور بچیوں کی چھینا جھپٹی، دن دہاڑے ڈاکے اسلام کے نام پر آنے والے حکمران مظلوموں سے خدا کا واسطہ سنتے تو غضبناک ہوجاتے۔ بخشش کی درخواست یا مظلوم کی فریاد سنتے تو مطلوبہ ٹیکس دوھرا کردیتے ، وہ لوگ جنہیں جنگ کا تجربہ تھا ، جرنیلی اور جہادی قیادت میں نامور تھے۔ حکومت اور نظام حکومت کے سلسلہ میں بلند بانگ دعوے کرتے تھے خواہ وہ کمیونسٹ حکمران ہوں یا ربانی ، حکمتیار ، مسعود سیاف جیسے جہاں دیدہ اور تجربہ کار سیاست مدار سب کا نام اب گالی بن چکا ہے ۔ ان کے مقابلے میں عمر کے کچے ، ناتجربہ کار بچے، سندات اور ڈگریاں کہاں ؟ ابھی تو بے چارے طالبان ہیں مگر افغانستان کے مسلمانوں کیلئے دارالامان ہیں راحت سکون ، امن عدل اور نفاذ شریعت کی ضمان ہیں۔